تسلی دینے لگا۔ جب بھگوان مہاویر پورن بھدر کے مکان پر پہنچے تو اگرچہ وہ خود تو عزت اور بے عزتی کے سوال سے بالاتر تھے۔ تاہم چونکہ پورن بھدر نے ان کا آدر سے سواگت نہ کیا۔ اس واسطے لوگوں نے اس کی اس ڈھٹائی کو پسند نہ کیا۔ اور جگہ جگہ اس کا ذکر ہونے لگا۔ کہ سیٹھ کو اپنی دولت کا گھمنڈ ہو گیا ہے ورنہ ایسا نہ کرتا۔ پورن بھدر نے اپنی داسی کو حکم دیا۔ کہ کچھ بھوجن اور پن بھگوان کو دیا جائے۔ اور داسی نے ویسا ہی کیا۔ وہ داسی کچھ ابلے ہوئے اڑد ایک لکڑی کے پیالے میں ڈال کر لے آئی اور بھگوان کو دے دئے۔ جین شاستر میں لکھا ہے کہ دیوتاؤں نے آکاش میں سنکھ بجائے اور پورن بھدر کے مکان پر پانچ قسم کے لعل و جواہرات کی بارش کی اور اس کی سخاوت کی تمام اطراف میں تعریف کی۔ بڑے سیٹھوں نے پورن بھدر کی قسمت کو سراہا بھی اور اسکی نندا بھی کی۔ سراہا تو اس لئے کہ بھگوان مہاویر خود بخود اس کے مکان پر چل کر آئے اور جو بھی برا بھلا کھانا ان کو وہاں سے ملا انہوں نے قبول فرمایا۔ اور نندا اس لئے کی کہ پورن بھدر نے جو کچھ بھگوان کو کھانے کے لئے دیا وہ نہ تو کافی تھا اور نہ ہی اعلےٰ قسم کا تھا۔ بلاشبہ بھگوان کو تو اس بات کا کوئی خیال بھی نہ تھا۔ کیونکہ مہان آتمائیں اس دنیا کے تچھ وچاروں سے بالاتر رہتی ہیں۔ جو کچھ ایسے مہا پرش کرتے ہیں اس میں یا تو ان کی اپنی آتمک بھلائی ہوتی ہے یا دوسروں کی۔ جیرن سیٹھ جو کہ بھگوان کی آمد کا انتظار اس لئے کر رہا تھا۔ کہ وہ اپنے چار مہینے کا برت اس کے مکان پہ آ کر پارن کریں گے۔ اور اس کی قسمت جاگ اٹھیگی۔ لیکن اس کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ اس نے اپنی قسمت کو برا بھلا کہا اور پورن بھدر کی قسمت کی تعریف کی۔ برت کا پارن کرنے کے بعد بھگوان مہاویر پورن بھدر کے مکان سے چلے گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اس جگہ کا راجہ اور اس کے مصاحب ایک داتا سادھو کے پاس گئے جو کہ بھگوان

پارس ناتھ کے چیلوں کے سلسلہ میں سے تھا۔ اور جو اسی باغ میں ٹھہر رہا تھا اُنہوں نے وہاں پہنچکر اُس سادھو کی پوجا کی۔ بادشاہ نے کہا مہاراج سیٹھ پورن بھدر بڑا خوش قسمت اور دھرماتما آدمی ہے کیونکہ اُس سے زیادہ کون خوش نصیب ہوسکتا ہے؟ کہ جس کے مکان پر بھگوان مہاویر از خود تشریف لے گئے۔ اور اس کا بھوجن قبول فرمایا۔ اس بدھی بلن سادھو نے جواب دیا۔ اے راجن! آپ کے وچار بہت اچھے ہیں۔ یہ آپ کے لئے آئیندہ کی خوشی کا دروازہ کھول دیں گے۔ لیکن حقیقتاً جیرن سیٹھ کا بمقابلہ پورن بھدر کے زیادہ خوش قسمت اور زیادہ تعریف کے قابل ہے۔ کیونکہ اُس نے خود بخود بھگوان کی سیوا میں اپنے پوتر اور بڑزور جذبات برت پارن کے لئے ان دینے کی شکل میں پیش کر دئے ہیں اور اس لئے وہ مرنے کے بعد دیوتا پدوی پانے کا مستحق ہو گیا ہے بلکہ اسی وجہ سے ایک طرف تو اس کی شہرت سارے جہان میں پھیل جائیگی اور دوسری طرف وہ نروان کا ادھیکاری بھی بن جائے گا۔ برعکس اسکے پورن بھدر کے خیالات پاکیزہ نہیں ہیں۔ اور اس لئے وہ نیک ثمر جو اس کو بھگوان کے لئے بھوجن دینے کے عوض میں ملا ہے۔ وہ اسی زندگی میں ہی ختم ہو جائے گا۔ سادھو کے یہ الفاظ سُنکر راجہ نے جیرن سیٹھ کی خوش قسمتی کو سراہا۔ اور پھر معہ اپنے مصاحبوں کے اپنے گھر واپس آگیا۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ سچے پریم اور سچے بھاؤ کا پھل کتنا عظیم اور کتنا شیریں ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں واجب ہے کہ تمام دھارمک کام پوتر بھاؤ سے اور سچے دل سے کریں۔

دیکشا کا بارہواں سال

چمریندر کا بھگوان کی شرن لینا

ویشالی سے روانہ ہو کر حسب معمول دو دو دن کا اُپواس کرتے ہوئے بھگوان مہاویر سُنسمار پور پہنچے ۔ وہاں وہ اشوک برکش کے نیچے ٹھہرے ۔ پہلے اُنہوں نے تین دن کا برت کیا ۔ ایک پتھر کی شلا پر بیٹھ گئے ۔ سامنے کسی چیز پر اپنی نگاہ جمائی اور پھر اپنے جسم کا دھیان چھوڑ کر دھیان میں کھڑے ہو گئے ۔

جین شاستر لکھتا ہے کہ اس عرصہ میں چمریندر دیوتا نے حسد کے باعث شکر یندر دیوتا پر اُس کے اونچی پدوی حاصل کرنے کی وجہ سے حملہ کیا ۔ لیکن شکر یندر نے ایک بجلی بان اس پر پھینکا جس سے ڈر کر چمریندر نے بھاگ کر بھگوان مہاویر کی شرن لی ۔ جب شکر یندر نے دیکھا کہ وہ بھگوان کی پناہ میں چلا گیا ہے تو یہ خیال کر کے کہ بھگوان کی تپسیا میں خلل نہ پڑے شکر یندر نے اپنا وجر آتر واپس بلا لیا ۔ اور اس طرح چمریندر کی جان بچی ۔ پھر وہ بھگوان سے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا " بھگون ! آپ کی دیا سے میری جان بچ گئی ہے ۔ میں نے اب سمجھ لیا ہے کہ لاپرواہی سے ایک بھی لفظ کہا ہُوا اور بے احتیاطی سے ایک بھی کام کیا ہُوا انسان کی تکلیف تباہی اور ذلت کا باعث بن سکتا ہے ۔ میری وجہ سے آپ کی تپسیا میں بھی خلل پڑا لیکن آپ بڑے دیالو ہیں ۔ میں التجا کرتا ہوں کہ آپ میرا قصور معاف فرمائیں ۔"

یہ کہہ کر چمریندر وہاں سے چلا گیا ۔ اور بھگوان پھر وہاں سے وہار کر گئے ۔

بھگوان کا کوشمبی میں برت لینا

سُنسمار پور سے روانہ ہو کر بھگوان مہاویر بھوگ پور نندی، میدھاک وغیرہ ہوتے ہوئے پوش مہینے کے کرشن پکش کی پہلی تاریخ کو کوشمبی میں پہنچے۔ اس وقت کوشمبی کا راجہ شتانک تھا۔ اُس کی رانی مرگاوتی تھی۔ وہ راجہ چیتک کی بیٹی تھی۔ راجہ کے وزیر اعظم کا نام سگپت تھا۔ اُس کی بیوی کا نام نندا تھا۔ کوشمبی نگر میں ایک ساہوکار دھنوا نام کا رہتا تھا جو کہ بڑا پرہیزگار۔ دیاوان اور شریف انسان تھا۔ اُس کی بیوی کا نام مولا تھا۔ وہ بڑی بد مزاج اور جھگڑالو عورت تھی۔

کوشمبی پہنچ کر بھگوان مہاویر نے اپنی ذات پر بہت سی کڑی پرتگیائیں لگائیں جن کو ابھی گرہ کہا جاتا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل تھیں:۔

۱۔ کھان پان کسی راج کنیا کے ہاتھ سے کیا جائے گا۔
۲۔ وہ راج کنیا ایسی ہو کہ جو کسی اور کے ہاتھ بیچی گئی ہو۔
۳۔ اُس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوں۔
۴۔ اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوں۔
۵۔ اُس کا سر منڈا ہوا ہو۔
۶۔ اُس نے ایک ساڑھی پہنی ہوئی ہو۔
۷۔ اُس نے تین دن سے برت رکھا ہوا ہو۔
۸۔ وہ ایک چھاج میں اُبلے ہوئے اُڑد لے کر کھڑی ہو۔
۹۔ وہ چھاج لے کر باہر ہی گھر کی دہلیز پر کھڑی ہو
۱۰۔ اُس کا ایک پاؤں دہلیز کے اندر ہو
۱۱۔ اُس کا دوسرا پاؤں دہلیز کے باہر ہو۔

۱۲۔ اُس کی آنکھ سے آنسو بہ رہے ہوں اور چہرے پر مسکراہٹ ہو۔

اِن شرائط کی سختی اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ جب اُنہوں نے ساتھ ہی یہ بھی لازم قرار دیا کہ یہ تمام باتیں ایک ہی جگہ ایک ہی وقت اور ایک ہی استری کے اندر پائی جائیں۔ اور اگر کسی وجہ سے تمام باتیں اکٹھی نہ پائی جائیں۔ تو بھگوان نے عہد کر لیا کہ وہ متواتر چھ ماہ تک کھانا پان نہیں کریں گے۔ دھنیہ ہو بھگوان مہاویر! کیونکہ ایسی اونچی آتمائیں ہی اِس قسم کی کٹھن شرائط اپنے اوپر لاگو کر سکتی ہیں۔

یہ عہد لے کر بھگوان مہاویر کوشمبی نگر میں بھکشا لینے کے لئے گئے۔ لیکن ایسی استری کہیں بھی نہ ملنے پر بغیر اَن اور پانی کے واپس لوٹ آئے اِس طرح سے ایک دن گذر گیا۔ پھر دو دن نکل گئے۔ پھر پانچ دن بیت گئے پھر دس دن ختم ہو گئے۔ وہ روزانہ ایسے اَن اور جل کی تلاش میں جاتے لیکن شرائط پوری نہ ہونے کے باعث وہ ویسے ہی لوٹ آتے۔ شہر والوں نے اب محسوس کیا کہ بھگوان نے کوئی نیم دھارن کیا ہے۔ انہوں نے اُن برتوں کو جاننا چاہا۔ لیکن وہ بھگوان کے بتائے بغیر کیسے معلوم ہو سکتے تھے۔ راجہ صاحب اِس کے وزیر اعظم اور جوتشیوں نے بھی اِن برتوں کی تفصیل معلوم کرنی چاہی لیکن ناکام رہے۔ اِس طرح سے چار مہینے گذر گئے لیکن وہ شرائط کسی جگہ پوری نہ ملیں۔

اب بھگوان کو دو مہینے اور اپنا اپواس پارن کرنے سے پہلے انتظار کرنا تھا۔ اندریں اثنا آؤ ذرا غور کریں کہ کہاں کس طرح اور کس نے یہ شرائط پوری کیں۔ یہ دنیا جو کہ نشیب و فراز سے اٹی پڑی ہے۔ اِس میں انسانی زندگی کا رتھ سکھ اور دُکھ کے دو رستوں پر چلتا ہے۔ اِن ہر دو رستوں کو کوئی چھوڑ نہیں سکتا۔ کبھی ایک پر چلنا پڑتا ہے کبھی دوسرے پر۔

چندن بالا سے بھینٹ

چمپاپوری کا راجہ دودھی واہن تھا۔ اُس کی رانی کا نام دھارنی تھا۔ اور اُس کی حسین بیٹی کا نام وسومتی تھا۔ وسومتی کی شکل و شباہت اُس کے کاروبار اور اُس کے اوصاف سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ پچھلے جنم میں کوئی پوتر آتما تھی۔ اب وہ اِس دنیا میں اپنے آخری کرم ختم کر کے موکش پانے کی حقدار بن چکی تھی اپنے بچپن سے ہی وہ نیک کاموں میں دل لگاتی تھی اور دھرم کے لئے اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار رہتی تھی۔ عالم شباب کو پہنچنے سے پیشتر ہی اس کی نیکیوں اور خوبیوں کی شہرت دور و دراز تک پھیل چکی تھی۔ اور اُس کی کئی وجوہات بھی تھیں۔ پہلی یہ کہ وہ بڑی حسین اور خوش شکل تھی۔ دوسرے اس پر جوانی کا پورا جوبن آچکا تھا۔ تیسرے اپنے دھرم کاموں اور اپنے والدین سے حاصل کئے ہوئے پوتر سنسکاروں کی وجہ سے وہ نہایت ہی باحیا اور شریف النفس لڑکی تھی۔ چوتھے راج پتری ہو کر بھی وہ دین اور دکھیوں سے ہمیشہ ہمدردی کا اظہار کرتی تھی اور پانچویں اُس کے جسمانی حسن اور باقی خوبیوں کے ساتھ روحانی جمال نے سونے پر سہاگہ کا کام کر رکھا تھا۔

چونکہ وسومتی بڑی حسین اور دلکش تھی۔ اُس کو اس کے باعث بڑی مصیبتیں اور آفتیں سہنی پڑیں لیکن جب تک جین دھرم اِس دنیا کے اندر موجود ہے تب تک اُس نیک لڑکی کا نام بھی امٹ رہے گا۔ اُن تکالیف میں مبتلا ہو کر بھی اُس نے اپنے آدرش چرتر پر دھبہ نہیں آنے دیا۔ دنیا میں انسانوں پر سکھ اور دکھ آنے ایسے ہی لازمی ہیں کہ جیسے ایک گاڑی کے دو پہیے اور زمانے کی تبدیلی کے ساتھ انسان پر یہ دونوں باری باری اپنا جلوہ دکھاتے ہیں۔ چونکہ ان کا باری باری آنا ایک قدرتی اور سوبھاوک بات ہے اس لئے دھیر اور ویر انسان بڑی سے بڑی مصیبتوں کے آنے پر بھی صبر کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ دھیر پرش ہی دکھ کے سمندر سے

پار ہو سکتے ہیں نہ کہ نربل اور ادھیر۔"

دشومتی کا باپ ودھی واہن اور شتانک کوشمبی کا راجہ آپس میں عناد رکھتے تھے۔ شتانک نے ایک بھاری فوج اکٹھی کی اور موقع پاکر چمپاپوری پر حملہ کر دیا۔ ودھی واہن نے شہر کو بچانے کی پوری پوری سعی کی۔ لیکن چونکہ ہر قسم کا سامان رسد اور سامانِ حرب ختم ہو گیا۔ اِس لئے اُسے شکست ہوئی۔ اور وہ شہر کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ شتانک شہر میں داخل ہوا۔ اور خوب لوٹ مار کی۔ ایک سپاہی نے ودھی واہن کی نیک بیوی اور اُس کی دھرماتما پتری کو بھی پکڑ لیا اور اُنہیں اپنے ساتھ لے گیا۔ سچ کہا ہے مصیبتیں اکیلی کبھی نہیں آتیں۔ کیا اکثر ایسا نہیں ہوتا کہ جہاں پہ زخم ہو وہیں پر اور بھی چوٹ لگتی ہے اور جب کھانے کے لئے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ تب بھوک اور بھی زیادہ چمکتی ہے۔ مصیبتیں اپنے ہمراہ اور بھی مخالفتیں لے آتی ہیں۔ لیکن اِن کا اثر تبھی ہوتا ہے اگر منش کا بھاگیہ ساتھ نہ دیتا ہو۔

اِس سپاہی کو جو کہ ماں اور بیٹی کو اغوا کر کے لے گیا تھا۔ راستہ میں خواہش ہوئی کہ وہ رانی سے بھوگ کرے۔ چنانچہ اُس نے اپنی نیچ بھاونا کا اظہار رانی سے کیا۔ لیکن اُس عورت نے اُسکو بُری طرح سے پھٹکار دیا تب اُس نے اُس کو بہت طریقوں سے سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن اُس نے ایک نہ سُنی یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ جب انسان نفس کے زیرِ اثر ہوا اور کام سے اندھا ہوا ہوا ہو تو وہ بے شرم اور بے غرض بن جاتا ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے ہاتھ رانی کی طرف پھیلائے لیکن رانی نے یہ دیکھ کر کہ اب میری عصمت اِس بدکردار انسان سے بچ نہیں سکتی اُس نے خود کشی کر لی۔ ایسی ویر ماتائیں قابلِ تعریف ہوتی ہیں۔ وہ استری جاتی کا بھوشن ہوتی ہیں۔ اِسی قسم کی دیویاں جاتی اور ملک کے نام کو روشن کرتی ہیں چاہے اُنہیں پہاڑوں سے گرا دو، زہریلے سانپوں کے آگے ڈال دو، یا جلتی ہوئی آگ میں پھینک دو۔ لیکن سبھی

باعصمت دلویاں اپنی آبرو اور عصمت کو داغدار نہ بنائینگی ۔ اُن کو اِس دنیا کی یا پبلک کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی ۔ اُن کا واحد مقصد اپنی عصمت کو بچانا ہے ۔ رانی دھارنی نے اِس اصول کی مکمل طور پر تکمیل کی سپاہی کو دیکھ کر کہ ملکہ اپنی جان پر کھیل گئی ہے ۔ بہت افسوس ہُوا ۔ اس کی بیٹی وسومتی زار قطار رونے لگی ۔ اور وہ ایسے دردناک طریقہ سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی کہ پتھر سے پتھر دل بھی اُس کے رونے کو سُنکر پگھل جائے چنانچہ سپاہی نے اُس پر ترس کھایا اور یقین دلایا کہ میں تمہیں اپنی بیٹی کی طرح رکھوں گا ۔ وسومتی کو اب سوائے اُس کے ساتھ جانے کے کوئی چارہ نہیں تھا ۔ سپاہی نے رانی کے مُردہ جسم سے زیورات اُتار لئے ۔ اور وسومتی کو ساتھ لیکر آگے روانہ ہو گیا

جب سپاہی کی بیوی نے اپنے خاوند کو ایک پری رُو حسین لڑکی ساتھ لاتے دیکھا تو وہ اس سے جٹ گئی ۔ سپاہی بیچارہ وہ تمام وعدے اور دلاسے جو اُس نے وسومتی کو دئے تھے بھول گیا ۔ اور اُسے اُس لڑکی کو فوراً ہی بازار میں جا کر بیچنا پڑا ۔ یہ فروختگی ایک بڑے مجمع کے سامنے ہوئی اور آخر کار اُسے ایک فاحشہ عورت نے پانچسو موہروں کے عوض خرید لیا ۔

اب تو وسومتی کے رنج و غم کی کوئی حد نہ رہی ۔ لیکن اُس نے پھر بھی حوصلہ نہ ہارا ۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حوصلہ اور صبر کبھی اُس کا ساتھی بنتا ہے جو دُنیا کے سُکھ دُکھ سُستی نیند آرام اور بے حُرمتی وغیرہ سے بے نیاز ہوتا ہے ۔ جو اپنے فرض کو نبھانا جانتا ہے اور جو اپنے مقصد کے حصول کیلئے جان تک وار دیتا ہے ۔ ہاں یہ بھی بات ہے کہ جس شخص کا ساتھی دھیرج بن جائے وہ اپنے فرض سے اُس وقت بھی جی نہیں چراتا ۔ جبکہ دُنیا کی دولت ، طاقت اور شہرت سبھی جواب دے جائیں ۔ خواہ اسے ہزاروں نقصانات برداشت کرنے پڑیں ۔ اِس لئے وسومتی نے جو کہ ایک دیوی اور دھیرج کا نمونہ تھی سوچنا شروع کیا کہ مصیبتیں تو ہر چھوٹے بڑے ، شاہ و فقیر

مرد عورت پر آتی ہیں۔ لیکن یہ اُس وقت اپنا حوصلہ نہیں ہارتا۔ وہ یقیناً دُکھوں کے سمندر کو عبور کر جاتا ہے۔ ایک وقت وہ راجہ کی لڑکی تھی۔ ناز و نعمت سے پلی تھی۔ محلوں میں سینکڑوں لونڈیاں اُس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی تھیں۔ اُس کے باپ کی بڑی شان تھی۔ اُس نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا تھا۔ اپنی آنکھوں کے سامنے ہی اُس نے اپنے والد کی سلطنت تباہ ہوتے بھی دیکھی اور اپنی ماں کو جان بحق ہونے کا نظارہ بھی دیکھا۔ اُس نے یہ سارے صدمے بڑے حوصلہ سے برداشت کئے تھے۔ لیکن اب جبکہ اُسے بیچنے کے لئے منڈی میں کھڑا کیا گیا، تو وہ اپنی آبرو اور عصمت کا خیال کر کے خوفزدہ ہو کر کانپنے لگی۔ اُس نے کہا کہ میں اب اپنی عصمت اور آبرو ایک فاحشہ عورت کے پاس رہ کر کیسے بچا سکتی ہوں؟ کیونکہ اُس کا تو پیشہ ہی رذیل ترین ہے۔ اس لئے تب بھگوان کا دھیان کیا اور نوکار منتر کا اُچارن کیا۔

اِس دُنیا میں جہاں بدوں کی کمی نہیں وہاں نیک اور بہادر لوگوں کی بھی کمی نہیں۔ ایسے لوگ کمزوروں، غریبوں اور بے سہاروں کے لئے اپنی خدمات بغیر کسی معاوضہ کے خیال سے پیش کر دیتے ہیں۔ اور اُن کے دُکھوں کو دور کرنے میں مدد ہوتے ہیں۔ دولت، ہتھیار یا اور کوئی خوف و خطر اُن کو اپنی راہ سے ٹال نہیں سکتے۔ اگرچہ دُنیا والوں کو یہ ناممکن دکھائی دیتا تھا کہ ایک ویشیا کے قبضہ میں جا کر وسومتی اپنی آبرو بچا سکے۔ لیکن یہ دُنیا والوں کی غلط فہمی تھی۔ جونہی اس نے ایک ویشیا کی بدکار زندگی اور رذیل پیشہ کا دھیان کیا، وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ دیوتا لوگ جو کہ عصمت اور آبرو کے محافظ ہوتے ہیں۔ جین شاستر لکھتا ہے کہ وہ بندروں کی شکل میں آن موجود ہوئے اور انہوں نے اس فاحشہ عورت کے جسم کو نوچ ڈالا۔ اُس ویشیا نے محسوس کیا کہ یہ تمام دُکھ اُسکو وسومتی کی وجہ سے آیا۔ اِس لئے وہ اُسے لے جا کر سپاہی کو واپس دے آئی۔ اور اپنا روپیہ واپس لے آئی۔ ساتھ ہی وہ اپنی قسمت کو

کوسنے لگی۔ کہ کیسا پنچھی ہاتھ سے نکل گیا؟

سپاہی دسومتی کو لیکر اب ایک اور منڈی میں پہنچا۔ وہاں اُس نے اُسے ایک ساہوکار دھنواہا نامی کے پاس بیچ دیا۔ دھنواہا نے دیکھا کہ اُس وقت اُس لڑکی کے چہرے پر شانتی رنج اور غم کی ملی جلی لہریں اُٹھ رہی تھیں۔ اس پر لڑکی کے پوتر خیالات نیک جذبات اور پاکیزہ چال چلن کا اتنا اثر ہوا کہ اُس کے دل میں بھی خود ضبطی اور پاکیزگی کے اوصاف اُمڈ آئے۔ ایسے موقع پر ہی انسان کے دل میں نکوکاری کے جذبات پیدا ہوجاتے ہیں چنانچہ ساہوکار کو لڑکی پر بڑی دیا آئی۔ اور اس نے اس سے کہا کہ تم ڈرو نہیں۔ میرے ساتھ چلو۔ تمہیں اپنی دھارمک رسوم کے ادا کرنے کی پوری آزادی ہوگی یقین جانو کہ تیرے سا اپنی بیٹی کی طرح سلوک کروں گا۔ تم اپنے سارے رنج وغم دُور کردو۔ اور میرے پیچھے پیچھے میرے مکان پر چلی آؤ۔ ساہوکار کے ان لفظوں سے دسومتی کے مُردہ جسم میں گویا نئے سرے سے جان آگئی۔ اُس نے اپنے دل ہی میں دھنواہا کے سچے پریم کی تعریف کی اور اُس کے اہل وعیال کی خیر منائی اور اُس کے ساتھ روانہ ہوگئی۔

گھر پہنچ کر ساہوکار نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اس بچی کو بالکل اپنی بیٹی کی طرح رکھو۔ اس کے بے مثل حسن کو مدِنظر رکھتے ہوئے ساہوکار نے اُس کا نام بھی دسومتی سے بدل کر چندن بالا رکھ دیا۔ ساہوکار کی بیوی مُولا لڑکی کی خوبصورتی کی وجہ سے دل میں جل بھن گئی۔ اُس نے اپنے خاوند کو تو کہدیا کہ میں اس کو اپنی بیٹی کی طرح رکھونگی۔ لیکن جونہی وہ ساہوکار اپنے کام کاج پر چلا گیا۔ مُولا نے لڑکی سے لونڈی کے طور پر کام لینا شروع کردیا۔ اُس نے سوچا کہ میرا خاوند اِس لڑکی کو اس کی خوبصورتی پر موہت ہوکر خرید لایا ہے۔ اور اِسے وہ اپنی لڑکی محض دوسروں کو دھوکا دینے کے لئے کہتا ہے لیکن حقیقتاً" دال میں کچھ نہ کچھ کالا ہے۔ اس کی نیت کھوٹی ہے وہ اس بات کی تاڑ

رکھتی تھی۔ کہ کوئی ایسی بات ملے۔ کہ جس سے ثابت ہو جائے۔ کہ لڑکی کے لئے جو محبت اس کے خاوند کے دل میں ہے۔ وہ بُری نیت سے ہے۔ سچ ہے خوبصورتی وہ جادو ہے کہ جس کے سامنے دھرم اور ایمان بھی بہہ نکلتا ہے۔ خوبصورتی دُکھوں کا کارن بھی بنتی ہے۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ عورتیں فطرتاً شکی مزاج واقع ہوئی ہیں مُولا نے جو بات اپنے دل میں سوچی حقیقت اس کے خلاف تھی۔ دھنواہا ایک دھرماتما پُرش تھا اور شاستروں کا جاننے والا تھا چندن بالا بھی اعلیٰ درجہ کی شراوکا تھی۔ سیٹھ کی اور لڑکی کی محبت اُن کے دھارمک وچاروں کی وجہ سے تھی لڑکی اسے ہمیشہ پتا کے رُوپ دیکھتی تھی اور سیٹھ اسے حقیقی بیٹی جانتا تھا۔ سیٹھ نے لڑکی کو مکمل مذہبی آزادی دے رکھی تھی اور اس کی دھارمک رسوم کے لئے وہ ہر قسم کی سامگری مہیا کرتا تھا ابھی چندن بالا کے کرم ابھی بہت سے باقی تھے۔ تا حال اس نے اپنی زندگی میں اور بہت سی آفتوں کا سامنا کرنا تھا۔ ایک دن جب مُولا باہر گئی ہوئی تھی سیٹھ گھر میں آیا۔ چندن بالا نے اس وقت اپنا سر دھویا تھا۔ اور وہ دھوپ میں اپنے بال سُکھا رہی تھی۔ سیٹھ نے اُسے اپنے پاؤں دھونے کے لئے کچھ پانی لانے کو کہا۔ چندن بالا کہنے لگی پتا جی آپ یہیں آجایئے۔ میں ہی آپ کے پاؤں دھوؤں گی۔ سیٹھ لڑکی کے پاس چلا گیا اور اس نے پیر دھونے شروع کئے۔ لیکن چونکہ اس کے بال کھلے تھے وہ بار بار اس کے چہرے پر آپڑتے تھے۔ اور وہ اس وجہ سے پاؤں کو اچھی طرح سے دیکھ نہ سکتی تھی۔ اور اسی لئے اُسے اپنا سر بار بار ہلانا پڑتا تھا۔ کہ بال پیچھے کو ہٹے رہیں۔ سیٹھ نے اس کی تکلیف کو محسوس کیا اور آہستگی سے اس کے بال اپنے ہاتھ میں تھام لئے۔ عین اسی وقت مولا باہر سے آگئی اُس نے دیکھا کہ سیٹھ اور لڑکی دونوں گھر میں اکیلے موجود ہیں۔ وہ سوچنے لگی کہ یقیناً میرا خاوند اس لڑکی پر فریفتہ ہے۔ چونکہ میں اب زیادہ عمر کی ہو گئی ہوں

وہ اِس کی محبت کے لئے میری قربانی کرنی چاہتا ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھے کہ جب تک میری جان میں جان ہے اس کی خواہش پوری نہ ہونے دونگی اُس نے سوچا کہ اس کی آنے والی مصیبتوں کا موجب یہ لڑکی ہی بنے گی۔ اور اِس لئے اُس نے ارادہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح اس کا قلع قمع کر دوں۔

چنانچہ مُولا کو اپنے ارادہ کی تکمیل کے لئے ایک موقع مل گیا۔ اُس دن مُولا کو علم تھا کہ ساہو کار گھر میں شام کو دیر سے آئیگا۔ اس لئے اُس نے ایک نائی کو بلوا بھیجا۔ اُس نے یہ سُن رکھا تھا کہ ایک حسینہ کی زلفیں دل کو قابو کرنے کے لئے بیڑی ہوتی ہیں۔ اور فہم و فراست کو ناکارہ بنانے کے لئے ایک نکیل ہوتی ہیں۔ اسلئے مُولا نے نائی کو حُکم دیا کہ لڑکی کا سر مونڈ دو اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر اپنے گھر کے ایک چھوٹے سے تہ خانے میں بند کر کے وہ اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ چندن بالا جس نے کہ پہلے اتنی مُصیبتیں دھیریہ اور شانتی سے برداشت کی تھیں۔ اس واقعہ اور سلُوک سے بھی اس کے حوصلہ میں ذرا لغزش نہ آئی۔ اُس کے دل سے ایک آواز آرہی تھی کہ دُنیا میں دُکھ یا سُکھ پر دھیان ہی کیوں دوں؟ جب ہونہار ہی ایسی ہے تو جو کچھ آتا ہے آنے دو۔

یہ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ یہ لڑکی جس کا نام پہلے دسُومتی تھا۔ اور اب چندن بالا کہلاتی تھی۔ اس دنیا میں نروان حاصل کرنے کے لئے آئی تھی۔ اس لئے جب اُسے قید کیا گیا تو اُس نے اپنے اُس وقت کو دھرم چنتن کرنے میں گزارنا شروع کیا۔ یہ ایک اصُول کی بات ہے کہ مہان آتمائیں جو نیک کام ایک دفعہ شروع کر لیتی ہیں۔ بڑی سے بڑی آفتیں آنے پر بھی اُس سے دستکش نہیں ہوتیں۔ لیکن عام لوگ تکلیفوں کے چکر میں آکر اپنی یہ زندگی بھی خراب کر لیتے ہیں اور پرلوک بھی بگاڑ لیتے ہیں۔

ساہوکار جب اپنا کام کاج کر کے شام کو گھر لوٹا۔ تو اُس نے چندن بالا

کو وہاں نہ دیکھا ۔ داسیوں سے دریافت کرنے پر اُنہوں نے کہا کہ وہ کہیں اِدھر اُدھر ہی ہوگی ۔ ساہوکار نے خیال کیا کہ وہ کسی کام کے لئے باہر گئی ہوگی اور جلدی ہی لوٹ کر آ جائے گی ۔ لیکن جب وہ تین دن تک بھی لوٹ کر نہ آئی تو ساہوکار کو بڑا فکر پیدا ہو گیا ۔

ساہوکار نے چندن بالا کی بہتری تلاش کرائی ۔ لیکن کچھ پتہ نہ چلا ۔ تب اُس نے عہد لیا ۔ کہ جب تک اس نیک لڑکی کے درشن نہ کرونگا ۔ مجھ پر کھانا پینا حرام ہے ۔ اس عہد کو سنکر ایک پڑوسن نے کہا ۔ سیٹھ جی ! اسمیں رتی بھر شک نہیں کہ چندن بالا نہایت پاکیزہ اور اعلےٰ چال چلن کی لڑکی ہے ۔ لیکن آپ کی بیوی اس سے اُس دن سے ہی بغض رکھتی ہے کہ جس دن سے وہ گھر آئی تھی ۔ اس لئے مجھے تو شک ہے کہ وہ لڑکی جیتی بھی ہے یا ماری جا چکی ہے ؟ آپ نے جو فضول وقت افسوس کرنے میں کھویا ہے بہتر ہوتا کہ یہی وقت اس کی تلاش میں صرف کرتے ۔ مجھے تو ڈر ہے کہ شاید آپ اس کے درشن کر ہی نہ سکیں ۔ لیکن حوصلہ نہیں ہارنا چاہیئے ۔ آپ پھر ذرا ہمت کریں ۔ اور اُس کی تلاش کروائیں ۔ بجائے اور مقامات پر تلاش کرنے کے پہلے اپنے گھر کو ہی اچھی طرح دیکھئے بھالیئے !

پڑوسن کے یہ لفظ سنکر ساہوکار کے دل میں برے وسوسے پیدا ہوگئے اُسے اپنی بیوی پر بڑا غصہ آنے لگا ۔ لیکن یہ سوچ کر کہ ابھی غصہ کرنے کا وقت نہیں اُس نے خاموشی اختیار کر لی وہ فوراً ہی اُٹھ کھڑا ہوا ۔ اور اپنے گھر کے اندر اچھی طرح سے دیکھ بھال کرنے لگا ۔ جلدی ہی وہ اُس کوٹھڑی کے پاس پہنچا کہ جہاں چندن بالا نوکار منتر کا جپ کرتی ہوئی پرمیشٹی نمسکار کر رہی تھی ۔ اُس کا سر منڈا ہوا تھا ہاتھ اور پاؤں جکڑے ہوئے تھے ۔ اور تین دن سے اُسے کھانے پینے کو کچھ نہ ملا تھا ۔ ایسی خستہ حالت میں دیکھ کر اُسکو بڑا ہی رنج ہوا ۔ دروازہ کھول کر اُسے باہر

نکالا۔ جب اُسے ہوش آئی تو اُس نے ساری کیفیت پوچھی۔ مگر چندن بالا چونکہ بھوک اور پیاس سے لاچار ہو کر جاں بلب تھی۔ وہ ایک لفظ بھی اپنے مُنہ سے نہ بول سکی۔ اُس نے صرف اشارہ سے سمجھایا کہ یہ سب کچھ میرے کرموں کا پھل ہے۔ بلا شبہ ایسی دیویاں استری جاتی کی شوبھا ہیں اور اس کی شان ہیں۔

سیٹھ دھنواہ تب لڑکی کو یوں توں کرکے رسوئی گھر کے پاس لے آیا۔ اور ایک پرانی داسی کو حکم دیا کہ میرے اور چندن بالا دونوں کے لئے کھانا لے آئے۔ نوکرانی نے سیٹھ جی سے عرض کی کہ صرف اُبلے ہوئے اُڑد تیار ہیں۔ اور سیٹھ جی کا اشارہ پاکر وہی اُڑد لے کر آگئی۔

چندن بالا نے اُس دن اپنے برت کا پارن کرنا تھا۔ اور اسی واسطے وہ دل ہی دل میں کسی سادھو کی آمد کے لئے پرارتھنا کر رہی تھی۔ یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ انسان جیسا سوچتا ہے ویسا ہی اس کا پھل پاتا ہے۔ چندن بالا کے دل میں جو سادھو درشن کی ابھلاشا تھی وہ سچی اور حقیقی تھی۔ اِس لئے لازمی تھا کہ برت کھولنے سے پہلے اُسے کسی سادھو کے درشن ہوں۔

بھگوان مہاویر کے متعلق عرض کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے اپنا برت کا پارنا کرنے کے لئے تیرہ شرائط لگا رکھی تھیں۔ سب لوگ اپنے خیال کے مطابق کئی طرح سے کھانے تیار کرکے بھگوان کے بھکشا کرنے کے وقت حاضر کرتے۔ لیکن وہ چپ چاپ سب کچھ دیکھتے ہوئے آگے نکل جاتے۔ یہ دیکھ کر سب کو بہت زیادہ افسوس ہوتا۔ ایک دن وزیر اعظم سُگپت کی بیوی نندا نے اپنے پتی سے کہا کہ ہمارے جیون کا کیا لابھ ہے؟ کہ مہاتما کسی کا اَن گرہن نہیں کرتے۔ اور آپ کی یہ دانائی کس کام کی کہ آپ ان کے دل کی بات کا پتہ نہیں لگا سکتے۔ سُگپت نے کہا تم فکر مت کرو۔ اب میں کوئی ایسی تدبیر نکالوں گا کہ وہ کل ہی کھانا کھالیں۔ یہی خبر راج

محل میں رانی مرگاوتی کو بھی پہنچی۔ اُسے بھی بڑا دُکھ ہُوا۔ اور وہ راجہ کو طعنہ زدگی سے کہنے لگی۔ کہ آپکے راجہ ہونے اور میرے رانی ہونے کا کیا فائدہ ہے۔ جب بھگوان مہاویر اتنے دنوں سے بغیر کھائے پیئے گھوم رہے ہیں اور ہمیں اُن کے برت کے متعلق کوئی پتہ نہیں چل سکتا۔ کسی نے آج تک یہ سوچنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ پیش کردہ کھانا کیوں قبول نہیں فرماتے۔ راجہ شتانیک نے بھی رانی کو ڈھارس دلائی۔ اور اپنی سبھا کے پنڈت تتھ وادی کو بُلا کر کہا کہ پنڈت جی آپ کے دھرم شاستروں میں برتوں کے متعلق جو جو باتیں لکھی ہوں وہ بتلاؤ۔ اور پھر سُگپت مہامنتری کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگے۔ کہ آپ بھی تو دانا ہیں۔ آپ کی سمجھ میں کیا بات آتی ہے۔ اُن دونوں نے آگے سے عرض کیا کہ "ابھی گرہ" برت کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی کے دل کی بات کیسے جانی جا سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے قسم قسم کے ابھی گرہ کہہ سنائے راجہ نے اپنی رعیت کے آدمیوں کو وہ سب باتیں بتلائیں اور کہا کہ ان طریقوں کے مطابق تم کھانا پینا لے کر بھگوان کے لئے حاضر رہنا۔ لوگوں نے پوری احتیاط سے اِس کی تعمیل کی لیکن کوئی تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ یعنی بھگوان نے پھر بھی کھانا قبول نہ کیا۔

بھگوان کے "ابھی گرہ" کو پانچ مہینے پورے ہو چکے تھے۔ اور چھٹا مہینہ پورے ہونے میں صرف پانچ دن باقی تھے۔ حسب معمول اُس دن بھی مہاویر سوامی کوشمبی کے نگر میں بھکشا کرنے کے لئے نکلے۔ اور پھرتے پھراتے سیٹھ دھنواہا کے گھر میں اُس وقت پہنچے کہ جب چندن بالا کسی سادھو کی آمد کے لئے پرارتھنا کر رہی تھی۔ چنانچہ چندن بالا کے من کی کلی کھل گئی۔ وہاں پہنچکر بھگوان مہاویر نے دیکھا۔ کہ بارہ شرطیں تو پوری ہو گئی ہیں۔ لیکن تیرہویں شرط یہاں بھی پوری نہیں ہوئی۔ اِس لئے وہ وہاں سے بغیر ان جل قبول کرنے واپس لوٹنے کو ہی تھے کہ چندن بالا مایوس ہوکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی یہی تیرھویں شرط تھی۔ جو کہ باقی تھی۔ اِسکے پورا

ہو جانے پر بھگوان مہاویر نے دھنواہا کے مکان پر چندن بالا کے ہاتھ سے اُن اور جل قبول فرمایا۔ اس سے چندن بالا کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ آکاش میں خوشی کے ناد بجنے لگے۔ اور جین شاستروں کے فرمان کے مطابق دھنواہا کے مکان پر پانچ قسم کے لعل و جواہرات کی بارش ہوئی۔

دھنواہا کے مکان پر کئی طرح خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ اور کئی نیک شگون واقعہ ہو رہے تھے۔ ان باتوں کا پتہ پاکر کوشمبی کا راجہ شتانیک معہ اپنی رانی اور وزیر اعظم کے وہاں آیا۔ اور سیٹھ اور چندن بالا کی قسمت کو وہ سب سراہنے لگے۔ ان سب نے بھگوان مہاویر کو پرنام کیا۔ بھگوان پانچ ماہ اور ۲۵ دن سے یہ برت کر رہے تھے۔ اس کا پارنا کرنے کے بعد وہ آگے روانہ ہو گئے۔ چندن بالا کو اپنا اُدیش یاد تھا۔ اور جونہی بھگوان مہاویر نے کیول گیان حاصل کیا۔ چندن بالا نے بھی سنیاس لے لیا۔ اپنی باقی ماندہ زندگی سطوِ سادھوی کے گزاری اور کیول گیان کی پراپتی کے لئے لگا رہی۔

بھگوان مہاویر کا بارہواں چترماس

کوشمبی سے روانہ ہونے کے بعد بھگوان مہاویر سوامی سُمنگل دیشالی سیمن ست کشیتر اور پالک وغیرہ گاؤں میں سے ہوتے ہوئے چمپا نگر جا پہنچے۔ موسم برسات شروع ہونے والا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس شہر میں اگنی ہوتری برہمنوں کی ایک دھرم شالہ میں ڈیرا جمایا۔ موسم برسات کے خاتمے تک وہیں تشریف فرما رہے اور یہ بارہواں چترماس چار مہینے کے لگاتار تپ میں مگن ہو کر گذارا۔ برت کا پارنا کرنے کے بعد انہوں نے پھر اپنا وِہار شروع کیا۔ اور جرمبھکا اور میںنڈھاک گاؤں میں سے ہوتے ہوئے شَنمانی گرام میں جا پہنچے۔

چمپا نگری میں جس دھرم شالہ کے اندر بھگوان ٹھہرے ہوئے تھے وہ

سواتی دت برہمن کی تھی۔ سواتی دت نے ایک دان آکر آتما کے وشے پر بھگوان سے بات چیت کی سواتی دت کو پھر اِس بات کا اطمینان ہُوا۔ کہ بھگوان محض تپسوی ہی نہیں ہیں بلکہ گیانی بھی ہیں۔

دیکشا کا تیرھواں سال

ایک گوالے کا بھگوان کے کانوں میں کیلیاں ٹھوکنا

اُس وقت تک بھگوان مہاویر نے قریب قریب اپنے سارے کرم پچھلے جنموں کے ختم کر لئے تھے۔ اب تو صرف تھوڑے سے باقی رہ گئے تھے جن کا قرضہ اتارنے کے لئے بھگوان از خود شمانی میں تشریف لائے۔ سابقہ جنموں میں بھگوان مہاویر بسبب وہ واسُودیو تری پرشٹ کے شریر میں تھے تو انہوں نے پگھلا ہُوا گرم گرم سیکہ ایک نوکر کے کانوں میں ایک معمولی قصور پر ڈلوایا تھا۔ اُس کرم کا پھل ابھی بھوگنا تھا۔ بھگوان مہاویر کو اس بات کا علم تھا۔ وہ اس گاؤں میں آئے اور دھیان میں مگن ہو گئے۔ وہی نوکر اسی گاؤں میں ایک گوالے کے گھر میں پیدا ہُوا تھا جس میں بھگوان مہاویر درخت کے نیچے دھیان کر رہے تھے۔ چنانچہ وہ گوالا بھی وہیں آگیا۔ اور ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ مہاویر کی آتما نے جو پاپ اپنی شاہی طاقت کے زعم میں کیا تھا۔ اُس کا پھل اب بھگتنا تھا۔

آن کی آن میں وہ اذیت جو گوالے نے بھگوان مہاویر کے ہاتھوں پچھلے جنم میں پائی تھی۔ اُس کے دھیان میں آ گئی۔ اُس کے ہونٹ مارے غصّے کے کانپنے لگے وہ لکڑی کی دو نوکیلی کیلیاں لے آیا۔ اور بھگوان کے دونوں کانوں میں ٹھونس دی گئی تھیں کہ باہر سے دکھائی تک نہ دیتی تھیں۔ اگرچہ ان کے باعث بھگوان کو ناقابلِ برداشت درد ہُوا۔ تاہم وہ بدستور سابق شانتی اور دھیریہ سے

کھڑے رہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ معلول بغیر علت کے نہیں ہوتا یعنی کوئی کاریہ بغیر کارن کے نہیں ہوتا۔ بھگوان نے محسوس کیا کہ اس اذیت کی جڑ اس کے پچھلے جنموں کے کرم ہیں۔ بھگوان نے خیال کیا کہ مفصلہ ذیل اسباب اس تکلیف کا باعث ہیں۔ یعنی وہ اسباب جو انہوں نے تری پرشٹ کے جنم میں اپنے جبر و تشدد کی روش اور سفاکانہ اعمال کی رو سے پیدا کئے تھے۔

۱. شاہی ٹھاٹھ کا غرور

۲. اپنے شاہی غرور میں کسی آدمی کو حقارت سے دیکھنا۔

۳. پُنر جنم اور قانون کرم سے کوئی سخت غفلت۔

۴. عیش و نشاط بھوگنے والے راگوں کے متعلق خود غرضی سے حسد اور کینہ کے خیالات۔

۵. کسی آدمی کو غصے کی حالت میں ایسی سزا دینا کہ جو نہایت بیرحمانہ ہو۔ اور سزا دینے میں اس آدمی کی عمر، حالت اور قصور کا کوئی لحاظ نہ رکھا گیا ہو۔

راجہ کے لفظی معنی ہی یہی ہیں۔ کہ جو اپنے خیالات کلام اور اعمال کے متعلق اپنی فضیلت نمو دکھائے۔ اسلئے راجہ کو اپنے رُتبے کے متعلق کبھی کوئی گھمنڈ نہ ہونا چاہیئے۔ اسے انصاف اور صداقت سے کام لینا چاہیئے۔ اسکو قانون کی توقیر رکھنے کے لئے پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اپنی سلطنت میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے اپنی جان تک قربان کر دینی چاہیئے۔ اسے دھرم میں پوری عقیدت ہونی چاہیئے۔ رائے عامہ کا پورا پورا وقار ہونا چاہیئے اپنے فرض کا پورا پورا احساس ہونا چاہیئے۔ اور غیر منصفانہ اور دھرم کے منافی خیالات کو دل میں جگہ نہ دینی چاہیئے۔ اس کا فرض یہ ہے کہ اپنے شاہانہ فرائض کو پورے طور سے ادا کرے اور فرض کی پکار کے مطابق ہی کام کرے۔ راجہ قانونِ قدرت کا بھی محافظ سمجھا جاتا ہے۔ اسلئے اُسکو اپنی سلطنت میں امن و امان بھرا تری بھاؤ نظم و نسق اور سکون رکھنے کے وسائل اختیار کرنے

چاہئیں ۔لوگ اُسے راجہ اسی لئے کہتے ہیں ۔کیونکہ وہ اُس عالی رتبہ کے قابل ہوتا ہے ۔اِس لئے اُس کا فرض اولیں یہ ہے کہ وہ اپنی رعایا کی حفاظت کرے ۔ اور ان کی اخلاقی زندگی کو اونچا بنا دے ۔حکمرانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب سے سزائے قید کا رواج دنیا میں رائج ہُوا ہے تب سے قاعدے اور قانون ، جرائم اور جرم بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں اور دن بدن زیادہ ہو رہے ہیں ۔کسی قصور یا جرم کے عوض میں انتقامانہ اور بے رحمانہ سزا دینا ایک گونہ مجرموں کو اس بات کی اکساہٹ دلاتا ہے کہ وہ جوش میں آکر اور زیادہ ویسے جرم سرزد کریں ۔ اور نیز ان کے دلوں سے اخلاق اور دُوسرے نیک اوصاف کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکنے کی کوشش کرتا ہے ۔اِس لئے ہر ایک منتظم کا فرض ہے کہ قانون اس قسم کا بنائے کہ جو انسان کو انسان تصور کرے ۔اِن قانونوں کا ناجائز استعمال کبھی نہ ہونا چاہیئے ۔ورنہ بد اخلاقی اور گناہ اُسی تناسب سے زیادہ ہوتے چلے جائیں گے کہ جتنے سے وہ اُن کو دُور کرنے کی کوشش کرے گا ۔

مہاویر سوامی کے اِس واقعہ زندگی سے یہ ظاہر ہے کہ بیکسوں غریبوں اور کمزوروں کو تکلیف دینا بہت سی بُرائیاں لاتا ہے ۔صرف مہان آتمائیں ہی دُنیا میں جانتی ہیں کہ کس طرح سے غیریت کا جذبہ وقت پاکر اپنی کانٹے دار شاخیں پھیلاتا ہے ۔ اور اسی لئے اُنہوں نے ہمیں ہدایت کی ہے کہ اس دشمن یعنی غیریت سے ہمیشہ بچ کر رہیں ۔تاریخ سے اسباب کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے ۔جنہوں نے غیریت کو دل میں جگہ دی ۔انہوں نے دُکھ اُٹھایا ۔

جس وقت واسو دیو نے اپنے نوکر کو وہ بے رحمانہ سزا دی ہوگی ۔تو اُس کے دل میں اسی قسم کا گھمنڈ آیا ہوگا "میں رعایا کا واحد مالک ہوں ۔ چاہے میں ان کو زندہ رکھوں چاہے اُن کو مار ڈالوں دُنیا کی کوئی طاقت میرے ارادوں میں خلل انداز نہیں ہوسکتی " موجودہ واقعات یہ ثابت کرتے

ہیں کہ اس قسم کا تکبرانہ جذبہ اُس وقت اس کے دل میں اٹھا ہوگا۔ اور اسی کا وہ نتیجہ تھا کہ وہ اپنے فرض کو اور اپنے اعلیٰ رتبہ کی شان کو اس وقت بالکل بھول گیا تھا۔ اُس نے اس وقت کرم اور پُنر جنم کے اٹل قانون کو بھی بھلا دیا تھا۔ جہاں دلی کمزوری ہوتی ہے۔ وہاں صدہا قسم کی بُرائیاں اور شکایات آوارد ہوتی ہیں۔ اب مہاویر سوامی کو اپنی اُن تمام بدخیالیوں اور بداعمالیوں کا تلخ ثمر اس زندگی میں بھوگنا پڑا ہے۔

جو اُپسرگ گوالے نے بھگوان مہاویر کو پہنچایا۔ انہوں نے وہ نہایت حوصلے اور شانتی سے برداشت کیا۔ اس طرح سے اس بارہ سال کے زائد لمبے عرصہ کے دوران میں ان کو سزاروں آفتیں سہنی پڑیں۔ لیکن یہ ساری صعوبتیں اور اذیتیں اس دائمی سرور کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہ رکھتی تھیں۔ کہ جو ان کو کیول گیان کے ملنے پر حاصل ہوا۔ اس کے بعد وہ گوالا چلا گیا۔ اور بھگوان مہاویر بھی وہاں سے وِہار کر گئے۔ شنمانی یا شنمانی سے بھگوان مدھما کی طرف گئے۔

بھگوان کی کھرک حکیم سے بھینٹ

مدھما میں پہنچ کر بھگوان بھکشا کرتے ہوئے ایک سدھارتھ نامی بنئے کے گھر گئے۔ سدھارتھ کے پاس اس وقت اس کا متر کھرک نامی وَید بیٹھا تھا۔ وہ دونوں آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ بھگوان کے وہاں پہنچنے پر وَید نے اُٹھ کر بھگوان کو نمسکار کی اور اپنے دوست سدھارتھ سے کہنے لگا۔ کہ اگرچہ ان مہاتما جی کی صحت بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن پھر بھی ان کے جسم میں کوئی اڑچن ہے۔ سدھارتھ نے پوچھا کہ وہ کیا اڑچن ہے۔ دیکھو تو سہی۔ وَید نے دیکھ کر کہا کہ یہ دیکھو بھگوان کے کانوں میں کسی نے کیلیاں گاڑ دی ہیں۔ سدھارتھ نے کہا کہ بھائی یہ کیلیاں جلدی نکالو۔ اس کا ہم لوگوں کو بڑا پنیہ پھل پراپت ہوگا۔ چنانچہ وہ دونوں کیلیاں نکالنے کے لئے تیار ہو گئے۔